ڈاکٹر صوفیہ یوسف
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو
شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی خیر پور سندھ

میراجی کی انفرادیت (بہ حوالہ نظم)

Miraji is one of the prominent poets of Urdu in the 20thcentury. He left some deep-rooted marks on modern Urdu poem. He is considered as one of the pioneers of symbolism in Urdu poetry. Miraji used allusion and obscurity to express his themes which make him different from his contemporaries. This paper unfolds the individuality of Miraji s' poems.

میراجی بیسویں صدی میں اردو شعر و ادب کی ایک ایسی منفرد آواز ہیں جس نے رائج طریقہ کار کی تقلید کرنے کے بجائے نیا اور اچھوتا لب و لہجہ اختیار کیا۔ 'وہ ایک زندہ و توانا ذہن کے مالک تھے اس لیے انھوں نے کسی نظریے کو اپنانے کے بجائے اس اضطراب کو اپنایا جو حقیقت کی تلاش میں انہیں نئے سے نئے ویرانوں کی سیر کرواتا رہا'۔[۱] اس وجہ سے ان پر یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ انھوں نے اجتماعی مسائل کے بجائے انفرادی واردات کو شاعری میں اہمیت دی، اور اپنی باطنی زندگی کی کشمکش کو نظموں کا موضوع بنایا، لیکن یہ بھی ایک اہم حقیقت ہے کہ انھوں نے اردو نظم کو فنی اور فکری جہان تازہ سے روشناس کرایا۔ ان کی بیشتر نظموں کو جنسی مسائل و موضوعات کے حوالے سے زیر بحث لایا گیا۔ اس اعتراض کو میراجی مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی کا محض جنسی پہلو ہی میری توجہ کا واحد مرکز ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں'۔[۲]

جنس ان کے یہاں صرف ایک استعارہ ہے، جس کے حوالے سے وہ زندگی کے کل کو دیکھنے کے کوشش کرتے ہیں۔ میراجی نے جنس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مسائل کو نظم کا موضوع بنایا ہے جو انسانی زندگی کے بنیادی مسائل ہیں لیکن میراجی کے مخصوص طرز اظہار کے سبب یہ مسائل واضح طور پر محسوس نہیں ہوتے اور غور و فکر کے بعد نظم کی مختلف تہیں اور موضوع کی گہرائی رفتہ رفتہ قاری پر کھلتی جاتی ہیں۔ میراجی بنیادی طور پر مشرقی مزاج رکھتے تھے۔ ان کے استعارات، تشبیہات، علامتوں اور طرز ادا پر قدیم ہندی کا گہرا اثر ہے۔ جو ان کا اپنی دھرتی اور اس کے تاریخی، تہذیبی اور لسانی ورثے سے گہرے لگاؤ کی علامت ہے۔ اگر ان کے مجموعی فکری شعور کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ بنیادی طور پر معاشرتی تبدیلی کا خواب دیکھنے والے شخص تھے۔ وہ موجود سے غیر مطمئن ہونے کے ساتھ ساتھ عمل مسلسل کی خواہش رکھتے تھے، اسی لیے زندگی کی الجھنوں سے گھبرانے اور دل شکستہ ہونے کے بجائے کہتے ہیں:

الجھنوں سے کیوں ترا نادان دل گھبرا گیا؟
زندگی میں الجھنیں دلچسپیاں لائیں تمام
پیشتر تھا عمر کا پھل سادہ سادہ اور خام

الجھنوں سے پختگی کا رنگ اس میں آ گیا
دیکھ تیرے دل کا جذبہ بحر استقبال میں
کائناتی وسعتوں کے روئے تر پر چھا گیا
کس لیے کھویا ہے تو افسردگی کے جال میں
الجھنوں سے کیوں ترا نادان دل گھبرا گیا؟ [۳]

میرا جی معاشرے کی نا ہمواریوں، استحصالی نظام اور ہر اُس شے و وجوہات کو بدلنا چاہتے تھے جو انسانوں کے درمیان تقسیم اور نفرت کا سبب ہیں ''لیکن کسی نعرے یا منشور کے تحت نہیں''۔[۴] اسی لیے تو زندگی کی ہر تکلیف وغم کو وہ مختلف انداز سے دیکھتے اور پیش کرتے ہیں:

غم آثار حیات خفتہ
غم آثار حیات تازہ
غم احساس کی تبدیلی کا
مست بنانے والا نغمہ
غم سے دور ہوئی گمنامی
غم سے حاصل ہوئی عمر دوامی
غم سے کام ہوئے سب ایسے
بن گئے انساں بھی رب جیسے
کیوں مرنے سے پہلے مرنا؟
غم سے کیا ڈرنا، کیوں ڈرنا [۵]

میرا جی اظہار کو بھی کسی اصول یا منشور کے تابع کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ان کے ہاں انسانی نفسیات کی ایسی پیچیدہ صورتوں کی عکاسی ہوئی ہے جن کی طرف ان سے پہلے توجہ نہیں دی گئی۔ ''میرا جی نے اردو شاعری اور خصوصاً نظم کے موضوعات اور فنی ڈھانچوں کی تبدیلی کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے اس کے فنی ڈھانچے میں انقلابی تبدیلیاں کیں۔''[۶] انھوں نے غزل اور گیت کے برعکس نظم میں شعری تجربے، موضوعات اور مسائل کے بیان میں واضح اظہار کے بجائے ابہام سے کام لیا۔ابہام ان کے اسلوب کی اہم خصوصیت اور ان کی انفرادیت کی پہچان ہے۔میرا جی ابہام کو شعوری طور پر اپنی نظموں میں موضوع کے تقاضے کے تحت اختیار کرتے ہیں۔اس ضمن میں خود لکھتے ہیں:

''بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ میں صرف مبہم بات کہنے کا عادی ہوں لیکن ذرا سا تفکر انھیں سمجھا سکتا ہے کہ بہت سی

اور باتوں کی طرح ابہام بھی ایک اضافی تصور ہے۔'' [۷]

میرا جی نے علامت، استعارہ اور تشبیہہ کے ذریعے خیال کو ابہام کے دھندلکے سایے میں اُوجھل رکھنے کی شعوری کوشش کی ۔ وزیر آغا کے مطابق ''میرا جی باطن کے اسرار و رموز کے شاعر ہیں جو بہر حال خارجی محرکات میں برانگیختہ ہوتے ہیں اور آج اردو شاعری کی اہم ترین جہت خارج سے باطن کی طرف ہے جو میرا جی کے اثرات ہی کو ظاہر کر رہی ہے''[۸] اور میرا جی نئی نسل کے تخلیقی سفر میں اس کے رہبر ہیں:

یہ میں کہہ رہا ہوں

یہ بستی ، یہ جنگل ، یہ رستے ، یہ دریا، یہ پربت، عمارت ، مجاور، مسافر

ہوائیں، نباتات اور آسماں پر ادھر سے اُدھر آتے جاتے ہوئے چند بادل یہ سب کچھ ، یہ ہر شے مرے ہی گھرانے سے آئی ہوئی ہے

زمانہ ہوں میں میرے ہی دم سے ان مٹ تسلسل کا جھولا رواں ہے

مگر مجھ میں کوئی برائی نہیں ہے

یہ کیسے کہوں میں

کہ مجھ میں فنا و بقا دونوں آکر ملے ہیں [۹]

میرا جی بے ساختہ اظہار کو ترجیح دیتے ہیں اور احساسات و جذبات کے اظہار پر کوئی قدغن لگانا پسند نہیں کرتے ،انسانی طرت میں جستجو و تلاش کے جبلی عنصر کو بہت اہم سمجھنے کے باوجود انہیں عناصر کو ابتدائے زندگی سے ہی انسان کی تمام تر پریشانیوں کا سبب بھی مانتے ہیں:

تم نے تحریک مجھے دی تھی کے جاؤ دیکھو

چاند تاروں سے پرے اور دنیائیں ہیں

تم نے ہی مجھ سے کہا تھا کہ خبر لے آؤ؟

میرے دل میں وہیں جانے کی تمنائیں ہیں

اور میں چل ہی دیا غور کیا کب اس پر

کتنا محدود ہے انسان کی قوت کا طلسم

بس یہی جی کو خیال آیا تمہیں خوش کر دوں

یہ نہ سوچا کہ یوں مٹ جائے گا راحت کا طلسم [۱۰]

میرا جی خود کو صرف دو زمانوں یعنی ماضی و حال کا انسان قرار دیتے ہیں (دیباچہ میرا جی کی نظمیں) اس کے برعکس ان کے

کلام میں حالات کی تمام ترخرابیوں کے باوجود ناامیدی اور مایوسی کا اظہار کم ملتا ہے ۔وہ مسلسل آگے بڑھتے رہنے اور امید قائم رکھتے ہوئے خزاں سے بھی نئی زندگی نئے جذبے اخذ کر لیتے ہیں (کیا یہ سب مستقبل کو اہمیت دینے اور بہتر مستقبل کی امید نہیں):

وہی کرن خزاں کے دور میں برنگ نو بڑھی
شکستہ قلب میں اسی سے جذبہ ہائے نو پلے
اسی سے ہمتیں بڑھیں اسی سے نور آ گیا
نئی حیات گرم کا نیا شعور آ گیا
شگوفہ ہائے زندگی میں پھر سے آئی تازگی
یہ جلوہ تھا امید کا یہ روح تھی امید کی [۱۱]

میرا جی کے نزدیک امید و جوش جنون کے بغیر زندگی زندگی نہیں :

جب تک اس دل میں رہا جوش جنوں
تب تک اس دل کو میسر تھی حیات
اب نہیں ،آہ نہیں ہے وہ بات
زندگی ختم ہوئی [۱۲]

سائنسی ترقی نے جہاں انسان کی زندگی کو پرآسائش بنادیاہے وہیں ان مشینوں نے انسان کو انسان سے بھی دور کر دیا ہے ۔ میرا جی انسان کے ہاتھوں انسان کی تذلیل اور عالمی جنگوں سے ہونے والی تباہی کو دیکھتے ہوئے کہہ اُٹھتے ہیں:

کہہ تو دو قصرِ مسرت میں جو اک ذرہ تھا
اس کو اک عالمِ ادراک بتایا کس نے؟
اس انسان نے جو ہر بستی کو
آج ویران بنانے پہ تلا بیٹھا ہے [۱۳]

انسان کی اس ترقی اور عروج کو دوسری جگہ یوں بیان کرتے ہیں:

لیکن ان تاریکیوں میں ہیں درخشاں چشمہائے دیوِتہذیب
اک سکون آہنیں ہمدم ہے میرا،اور میں
سوچتا ہوں عرصہء انجم کے باشندے تمام
دل میں کہتے ہوں گے...... ہیچ! [۱۴]

انسان کو درپیش مسائل کا سبب میرا جی انسانی معاشرت میں موجود دوغلا پن اور دو رنگی کو سمجھتے ہوئے کہتے ہیں:

تہذیب وتمدن کے جھوٹے رنگوں پہ نہ جاؤ، مت بھولو
نقصان بہانے میں لاکھوں پوشیدہ ہیں، اتنا جانو!
دو رنگی چھوڑو دو رنگی، یک رنگ اصولوں پر چل کر
یہ دنیا جنت بن جائے گی سچی بات میں ڈھل کر [۱۵]

سائنسی اور تہذیبی طور پر ترقی یافتہ ہونے کے باوجود نوع انسانی کے مسائل، دکھ اور پریشانیاں بڑھتی جارہی ہیں اور ان کا کوئی درماں نظر نہیں آتا:

جس پر بھی کوئی دکھ بیتے مجھ کو آ کے سناتا ہے
بپتا کی ہر راگنی میرے کان میں آ کر گاتا ہے
میں ہوں اک بھنڈار دکھوں کا میرے پاس خزانا ہے
میں نے اوروں کے دکھ میں اپنے دکھ کو پہچانا ہے
آؤ آؤ، سکھ لائے ہو؟ بولو مول بتاؤ تم
اپنے اپنے سکھ کے بدلے مجھ سے دکھ لے جاؤ تم
دنیا کے دکھ بیچ بیچ کر میرا جیون بیتا ہے
ہار ہار کر اپنی بازی میں نے جگ کو جیتا ہے [۱۶]

آخر اس دکھ سکھ کے گورکھ دھندے سے گھبرا کر میرا جی گھر کو یاد کرتے ہیں:

حیات مختصر سب کی بہی جاتی ہے اور میں بھی
ہر اک کو دیکھتا ہوں مسکراتا ہے کہ ہنستا ہے
کوئی ہنستا نظر آئے کوئی روتا نظر آئے
میں سب کو دیکھتا ہوں دیکھ کر خاموش رہتا ہوں
مجھے ساحل نہیں ملتا! [۱۷]

وہ علامتوں اور الفاظ کا چناؤ کمال مہارت سے کرتے ہیں جس سے ابہام کی ایسی پراسرار فضا پیدا ہوتی ہے جس سے قاری پر سحر طاری ہو جاتا ہے۔ 'اجنتا کے غار' میرا جی کی بہترین نظموں میں سے ایک ہے جس میں زندگی، موت، انسان کے ذہنی ارتقا اور علمی وتہذیبی سفر کی صدیوں کو کمال خوب صورتی سے پیش کرتے ہیں۔ وہ زندگی کو ایک لمحے سے تعبیر کرتے ہوئے اس نظم میں انسان

کے ذہنی ارتقا کا ایسا لفظی پیکر تراشتے ہیں کہ تمام کردار زندہ اور متحرک محسوس ہوتے ہے، یہ میرا جی کے فن کا عروج ہے:

زندگی کیا ہے کوئی اس کی خبر لیتا ہے
ایسے لمحوں میں تو صرف ایک ہی بات
وہی اک بات جو پہلو میں چھپائے ہوئے سو باتوں کو
رات کو دن کی طرح نور سے بھر دیتی ہے
دل پہ اک سحر سا کر دیتی ہے
اور پھر اس کی خبر دیتی ہے
زندگی کیا ہے یہ تُو جان گیا
سوچ کیا جان لے اب بھید نیا
موت کیا ہے......مگر اس بات کو کیا جانے گا
موت کیا ہے......کوئی یہ پوچھتا تھا
اور پھر وقت کی رفتار اُلجھ کر مجھ کو
یہی دیتی ہے جواب
زیست کے پیڑ سے گرتا ہوا سیب
دیکھ کر جس کو کئی گیان کے چشمے پھوٹے
مجھ کو کیوں وقت کی رفتار نے الجھایا ہے
ابھی دل سینکڑوں برسوں کی خلا پھاند کے لوٹ آیا ہے [۱۸]

میرا جی کی نظموں میں ایک مکمل انسان کی تصویر ملتی ہے۔انھوں نے اپنی نظموں میں ترتیب اور آہنگ کا خاص خیال رکھا ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

> میرا جی کی نظموں میں زمانی اور مکانی فاصلے مٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ماضی ،حال اور مستقبل ایک دوسرے میں اس طرح ضم ہوتے ،الگ ہوتے اور پھر دور ہوتے نظر آتے ہیں کے ان کی قوتِ متخیلہ اور فنی ہنرکاری و چابکدستی کی داد دینا پڑتی ہے۔[۱۹]

اس طرح نظم ’عدم کا خلا‘ اور نظم ’خدا‘ کا شمار میرا جی کی ایسی نظموں میں ہوتا ہے جو ان کے ہاں نئی سوچ اور نئے رنگ کی مثال ہیں:

گذرتے لمحوں کی آتشیں پاؤں ہر جگہ پے بہ پے رواں ہیں
کہیں مٹاتے ،کہیں مٹانے کے واسطے نقش نو بناتے
حیات رفتہ حیات آئندہ سے ملے گی یہ کون جانے

....

ہوا کے جھونکے اِدھر جو آئیں تو ان سے کہنا
فسانہء زیست کا جھلتا ہوا اجالا بھی مٹ چکا ہے
مگر وہ مٹ کر کوئی اندھیرا نہیں بنا ہے
کہ اس جگہ تو کوئی اندھیرا نہیں ،اجالا نہیں ، یہاں کوئی شے نہیں ہے۔[۲۰]

اسی طرح ان کی نظم 'خدا' ان تمام سوالوں کا جواب دیتی ہے جو ان کے مذہب کے حوالے سے اٹھائے جاتے ہیں۔اس نظم میں خدا کا تصور نہ صرف اچھوتا اور انوکھا ہے بلکہ اگر صحیح معنی میں اسے سمجھا اور تسلیم کیا جائے تو اس دنیا میں صرف اور صرف محبت امن اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو جائے ،میرا جی اس نظم میں روح ابد سے ہم آہنگ ہونے کے تجربے کو پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں تجھے جان گیا روحِ ابد
تو تصور کی تمازت کے سوا کچھ بھی نہیں
(چشمِ ظاہر کے لیے خوف کا سنگیں مرقد)
اور مرے دل کی حقیقت کے سوا کچھ بھی نہیں
اور مرے دل میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں [۲۱]

میرا جی سراپا محبت ، دوسروں کی خوشی میں خوش اور دکھ میں دکھی ہونے والے دل کے مالک تھے ۔انھوں نے معاشرتی رویوں کے ردعمل کے طور پر اپنے گرد پُر اسراریت کا حصار قائم کر لیا تھا،ان کی زندگی اور شخصیت کے ظاہری پہلو سے الجھنے کے بجائے اگر ان کی فکر اور شاعری کا جائزہ لیا جائے تو انھوں نے اردو شعر و ادب کو موضوعات ،مواد اور ہیت کے حوالے سے نئی جہت سے روشناس کروایا۔اس انفرادیت میں ان کی عظمت پوشیدہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فتح محمد ملک، پروفیسر،''میرا جی کی کتاب پریشاں'' مشمولہ: میرا جی ایک مطالعہ ،مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور، ۱۹۹۰ء،ص ۲۵۱

۲۔ میرا جی ،''اپنی نظموں کے بارے میں'' مشمولہ: میرا جی ایک مطالعہ ،مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور، ۱۹۹۰ء،ص ۴۷۷

۳۔ میرا جی، کلیات میرا جی، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۳۲۳

۴۔ رشید امجد ڈاکٹر، میرا جی – شخصیت اور فن، مثال پبلی کیشنز فیصل آباد، اشاعت سوم، ۲۰۱۰ء، ص ۲۷۷

۵۔ میرا جی، کلیات میرا جی، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۳۳۱

۶۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، ''میرا جی کو سمجھنے کے لیے''، مشمولہ: ادبی دنیا، لاہور، شمارہ مارچ ۱۹۵۰ء، ص ۱۴۱

۷۔ میرا جی، ''اپنی نظموں کے بارے میں}}'، مشمولہ: میرا جی ایک مطالعہ، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۴۷۷

۸۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ''میرا جی کی اہمیت''، مشمولہ: جدید ادب، جرمنی (میرا جی نمبر)، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۲ء، ص ۵۶

۹۔ میرا جی، کلیات میرا جی، مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۲۸۴

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۰۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۳۵، ۳۳۶

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۱۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۵۴

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۵۶۹

۱۶۔ ایضاً، ص ۴۵۹

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۷۸

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۳۱

۱۹۔ رشید امجد، ڈاکٹر، میرا جی – شخصیت اور فن، مثال پبلی کیشنز، فیصل آباد اشاعت سوم ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۱

۲۰۔ ایضاً، ص ۴۸۰

۲۱۔ ایضاً، ص ۲۶۷